روٹھ گئے دن بہار کے

جناب مجیب الرحمٰن شامی

یہ عید الاضحیٰ جو گزری ہے وہ علامہ احسان الٰہی ظہیر نے گزشتہ عید الفطر ہی کی طرح اپنے گھر والوں اور مداحوں کے ساتھ نہیں منائی۔ کئی برس سے عید کا دن علامہ صاحب کی گھن گرج کے ساتھ گزرتا تھا۔ عید الفطر پر بھی ان کا خطبہ زوردار ہوتا اور عید الاضحیٰ پر بھی۔ اگر حج یا کسی اور مصروفیت سے بیرونِ ملک نہ ہوتے تو شہر میں تقریر کی عیدی ضرور تقسیم کرتے۔ ان کا اپنا ایک اسلوب تھا۔ ہر بات سے سیاسی بات نکالتے اور ہر بات کو سیاسی بات پر ختم کرنے کا فن انہیں آتا تھا۔ بھرپور فقرے اور بھرپور انداز، حکمرانوں کو للکارنے کے بادشاہ تھے۔ منبر پر ہوتے تو خدا کو حکمران سمجھ لیتے اور حکمرانوں کو جمہوری پارٹی ٹائپ کسی جماعت کا کارکن۔ وہ لتے لیتے کہ خدا کی پناہ جو لوگ عید کی نماز ان کی بجائے کسی اور علامہ یا مولانا کی اقتدا میں ادا کرتے ان کے لیے کیسٹ موجود رہتا۔ جب چاہیں ان کے ذریعے عید گاہ میں پہنچ جائیں۔ نماز کے بعد عید مبارک کے لیے ٹیلی فون کی خدمات حاصل کی جائیں تو علامہ صاحب اپنی تقریر کے نشے میں مست ہوتے دلچسپ اور طوفانی نکات سے آگاہ کرتے رہتے۔ کبھی ان کے نکتے سن کر رونا آجاتا اور کبھی ہنسی روکے نہ رکتی۔ آغا شورش کاشمیری کے بعد عوامی خطابت کے میدان پر سناٹا چھا جانے کا ڈر تھا۔ احسان الٰہی ظہیر اگرچہ آغا صاحب کی زندگی ہی میں تقریر کرنے اور ان سے داد پانے لگے تھے تاہم عوامی، عوامیت سے زیادہ ان پر مذہبی بلکہ اہل حدیثی رنگ غالب نظر آتا تھا آہستہ آہستہ اپنے رنگ میں آغا صاحب کا رنگ بھی ملاتے گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے کہیں سے کہیں نکل گئے۔

سترہ اٹھارہ سال پہلے لاہور میں قدم جمانے شروع کئے تو حافظ احسان الٰہی کہلاتے

اور کہے جاتے تھے بعض کہنے والے اس وقت بھی علامہ کہہ جاتے تھے لیکن سننے والوں کا دل نہیں مانتا تھا کہ تیس برس سے بھی کم عمر کا نوجوان علامہ بن جائے یا اسے علامہ بنا دیا جائے۔ لیکن وہ دھن کے پکے تھے بالآخر حافظ کی جگہ علامہ کے لفظ نے یوں لی کہ کوئی سیاسی کارکن کسی کو علامہ صاحب کہہ کر یاد کرتا تو کم از کم پنجاب کے اہل سیاست اس سے احسان الہٰی ہی مراد لیتے۔

ایک زمانے میں کوثر نیازی بھی خطیب بن کر ابھرے لیکن جماعت اسلامی سے انکی رحلت پھر کنونشن مسلم لیگ کی قربت پھر عوامی لیگ کی رغبت اور پھر پیپلز پارٹی میں شمولیت نے انہیں خطیب کی بجائے کچھ اور بنا دیا اس میں کیا شک کہ بات کرنے اور بنانے کا ڈھنگ انہیں بھی آتا ہے لیکن اب ان کی شناخت خطابت سے نہیں ہوتی۔ وہ وزیرانہ اور غیر وزیرانہ کارناموں سے پہچانے جاتے تھے اسے اتفاق کیئے یا بے اتفاقی کہ آغا شورش کی زندگی میں ان کی جگہ لینے کی خواہش نہیں کی۔

اسلام آباد ہی کے ہو کر رہے لاہور علامہ کے لیے چھوڑ دیا۔

علامہ اہل حدیث تھے انہوں نے اپنے فرقے کو مٹھی میں بند کر لیا ایک زمانے میں وہ اس طاقت سے اپنی طاقت بنانے کے قائل نہ تھے سیاسی جماعتوں سے طاقت حاصل کرنے اور ان کی طاقت بن جانے میں لگے تھے لیکن شاید اتحادی طاقت نے انہیں اپنا جتھہ بنانے پر مائل کیا انہوں نے جمعیت اہل حدیث کو روایتی قیادت سے یوں چھینا کہ یہ دو حصوں میں بٹ گئے علامہ صاحب نے علماء کا گروہ بھی جمع کر لیا اور نوجوان بھی گروہ در گروہ ان کے گرد اکٹھے ہو گئے ان کی جمعیت نے میدانوں پر اپنا پرچم لہرا دیا علامہ کے الفاظ کا جادو اپنے مخالفین کے سر چڑھ کر بول رہا تھا وہ بعض معاملات میں خالص مولوی تھے۔ مخالف فرقوں کے خلاف کتابیں لکھ کر نام اور دام کمائے لیکن سیاسی سرگرمی کی وجہ سے ایک ایسے شخص کے طور پر نمایاں ہوتے گئے جو سب کا ہو اور سب کے لیے ہو۔

اپنی تقریروں میں وہ اقتدار کو نشانہ بنا کر اہل اختلاف کے دل میں سماتے گئے ایک زمانہ ایسا آیا تھا کہ مسٹر بھٹو کے شدید مخالف کے طور پر ابھرے تھے اور فضاؤں میں چھا گئے تھے جنرل ضیاء الحق کا قدرتی حلیف بنا دیا تھا لیکن یہ رومانس زیادہ دیر نہ چل پایا۔ دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کی توقعات پر پورا نہ اترا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ علامہ

نے جنرل ضیاء کو نشانہ بنا لیا۔ وہ ان پر اس طرح برسنے لگے جس طرح کبھی مسٹر بھٹو پر برسا کرتے تھے پیپلز پارٹی کے حامی بھی ان کی کڑک دار آواز سے حوصلہ پاتے اور سب کچھ بھول کر تالیاں بجانے لگتے۔

علامہ احسان الٰہی سے کوئی اتفاق کرے یا اختلاف یہ حقیقت ہے کہ ان کی تقریر دلوں سے خوف کو نکال باہر کرتی تھی۔ کمزور دل کے دل سے کمزوری کا احساس ختم کر دیتی تھی۔ خوف کا یہ دشمن بے خوف آدمی رخصت ہوا ہے تو اب تک خاموش خاموش سا ہے۔ اس شخص نے بڑے ٹھاٹھ باٹھ سے زندگی گزاری۔ لگتا ہے یہ امیرانہ آن بان، اس زندگی میں بھی برقرار ہوگی اب شہادت کے انعامات سے لطف اٹھایا جا رہا ہوگا لیکن اے بھائی علامہ جو چاہو عیش کرو جس قدر چاہو مزے اڑاؤ مگر ہمیں یاد نہ آیا کرو تم جو یاد آتے ہو تو جینے کا کوئی لطف نہیں رہتا، زندگی میں کوئی کشش نہیں رہتی، موت کا کوئی ڈر نہیں رہتا دھماکوں کا کوئی خوف نہیں رہتا عجیب دوست ہو اس قدر دور جانے کے باوجود اس قدر قریب رہتے ہو ہمیں بے خوف بنانے سے اب بھی باز نہیں آتے ؟

تمہاری تازہ زندگی نے گزشتہ زندگی کو بھی مات دے دی ہے ... ختم مات !!!''

بقیہ : روئے گا تجھے زمانہ برسوں

وما كان قيسٌ هلكُهُ هلكَ واحدٍ
ولكنه بنيان قومٍ تهدّما

ان کی موت پہ ان کے کس عزیز سے تعزیت کی جائے کس کو پرسہ دیا جائے اور کس کو صبر و حوصلے کی تلقین کی جائے ؟ واقعہ یہ ہے کہ ان کی موت کا صدمہ جماعت کے ہر فرد کو ہے ہر اس شخص کو ہے جو ملک میں اسلام کی بالادستی کا خواہاں اور حریت کا علمبردار ہے اس لئے پوری جماعت اور پوری قوم ہی تعزیت و ہمدردی کی مستحق ہے

اللهم أجرهم في مصيبتهم واخلف لهم خيرا منهم

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے دین کے اس مخلص خدمت گزار کی لغزشوں سے درگزر فرما کر رحم و کرم کا خصوصی معاملہ اس سے فرمائے اس کی حسنات کو کفارہ سیئات بنا دے اور اپنی رحمت و رضوان کے پھول ہمیشہ اس کی قبر پہ برساتا رہے۔